Vol.5 No.2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

اسلم فرّخی کے خاکوں کا اُسلوبی جائزہ

فضہ فاطمہ

ریسرچ سکالر، شعبۂ اردو، فاطمہ جناح ویمن یونی ورسٹی، راولپنڈی

ڈاکٹر اقلیمہ ناز

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، فاطمہ جناح ویمن یونی ورسٹی، راولپنڈی

Abstract

Aslam Farrukhi is a famous sketch writer of the era. He has written nine Urdu sketch books namely “nizam e rang”, “Guldasta e ahbab”, “Daabistan e nizam”, “Angan mein sitare”, “Laal sabz kabutron ki chatri”, “mosam e bahar jesy log”, “Nigaristan e azad”, “saat asman”, “Ronak e bazm e jahan”. There are three categories of his sketches, about friends, literary people’s sketches and historical personality’s sketches. He has written all sketches with a unique style. His sketches has a clear impact of native languages. This research paper deals with the style of Aslam Farrukh's sketches to know how he has portrayed the different personalities in his writings.

Key words: Sketch, Aslam Farukhi, Historical, Style, Fiction, Persian, Arabic words

کلیدی الفاظ: خاکہ، اسلم فرخی، تاریخی، اسلوب، افسانوی، فارسی، عربی الفاظ

اسلم فرّخی ایک صاحب طرز خاکہ نگار تھے۔ انھوں نے دیگر اصناف میں بھی طبع آزمائی کی لیکن جو شہرت ان کو خاکہ نگاری میں حاصل ہوئی، وہ کسی اور صنف میں حاصل نہ ہو سکی۔ ان کے خاکوں کے نو(9) مجموعے منظرِ عام پر آچکے ہیں۔

پہلا مجموعہ "نظامِ رنگ" کے نام سے سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کا خاکہ ہے جسے اسلم فرّخی اپنی فکر کا محور قرار دیتے ہیں اور اس مجموعے کی ادبی اور تاریخی حیثیت مسلّم ہے۔ دوسرا مجموعہ "گلدستۂ احباب" ہے۔ اس مجموعے میں کل سترہ(17) خاکے ہیں۔ اس مجموعے کے سارے خاکے دوست احباب پر تحریر کیے گئے ہیں۔ تیسرا مجموعہ "آنگن میں ستارے" ہے۔ اس میں بھی کل سترہ(17) خاکے شامل ہیں۔ "لال سبز کبوتروں کی چھتری" ان کے خاکوں کا چوتھا مجموعہ ہے۔ جس میں نو(9) خاکے ہیں۔ ان کے خاکوں کا پانچواں مجموعہ "موسم بہار جیسے لوگ" جس میں چودہ(14) خاکے شامل ہیں۔ "نگارستانِ آزاد" اسلم فرّخی کے خاکوں کا چھٹا مجموعہ ہے۔ جس میں صرف ایک شخصی خاکہ محمّد حسین آزاد کا ہے۔ ساتواں مجموعہ "سات آسمان" میں سات (7) شعرا کے ادبی خاکے شامل ہیں۔ آٹھواں مجموعہ "رونقِ بزمِ جہاں" ہے۔ جس میں کل گیارہ(11) خاکے شامل ہیں۔ اسلم فرّخی کے خاکوں کا نواں مجموعہ "دبستانِ نظام" ہے۔ جس میں کل چھ(6) ابواب ہیں۔

اسلم فرّخی کے خاکوں میں تحریر کی خوبی یہ ہے کہ ان کا اُسلوب بہت ہی رنگین، رواں اور ادبی چاشنی لیے ہوئے ہے۔ اس بارے میں شاہد حنائی لکھتے ہیں۔

> "جب میں خاکہ نگاری میں لکھی گئی نثر کے نمونوں کی طرف دھیان کرتا ہوں تو ڈاکٹر اسلم فرخی کی نثر کو سب سے منفرد پاتا ہوں، مجھے گمان گزرتا ہے کہ الفاظ لکھنے کے بجائے پوتی پروئے گئے ہیں۔ موتیوں کی مالا سے جملے مکمل ہوتے ہیں۔ یہ مالائیں یکجا ہو کر فقروں کی صورت قوسِ قزح بناتی ہیں۔ خاکہ نگار اسلم فرخی کو قرات کے لیے قاری کا محض خواندہ یا تعلیم یافتہ ہونا ہی نہیں جوہر شناس ہونا بھی ضروری ہے۔ ان کے سجے سنورے جملے پڑھ کر قاری ان کے قلمی کرشموں کا اعتراف کرتا ہے تو کبھی ان کی جادوئی انگلیوں کی تحسین کرتا ہے۔ وہ الفاظ سے ایسی شاہ کار تصویریں بناتے ہیں کہ موضوع یعنی شخصیت ہی نہیں مصور بھی نظر آنے لگتا ہے۔"1

چہرہ نویسی کے فن میں ان کو کمال مہارت حاصل تھی، اس فن میں ان کے اسلوب کی دلکشی اور خوبصورتی دلوں کو موہ لیتی ہے۔ مختلف ادبی شخصیات کے چہرے کے نقوش کو واضح کرتے ہوئے وہ زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ ایسے ایسے نت نئے الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ قاری کو دلچسپی محسوس ہونے لگتی ہے۔ الفاظ کے برمحل اور بے ساختہ استعمال سے تحریر میں روانی کا احساس ہوتا ہے۔ وہ کسی بھی چہرے کو بیان کرتے وقت اس کو دو تین الفاظ یا تراکیب کی مدد سے بیان نہیں کرتے بلکہ چھوٹی چھوٹی جزئیات میں، دو یا تین سطروں میں لکھ کو ہی دم لیتے ہیں۔ اور ایسے ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ قاری حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ ڈاکٹر محمود الحسن صدیقی کراچی یونی ورسٹی کے شعبۂ تاریخ سے وابستہ ایک ایسی ادبی شخصیت ہیں کہ جن کے ساتھ ان کا اس یونی ورسٹی میں کافی وقت ایک ساتھ گزرا، ان کے چہرے کے خدوخال کو یوں واضح کرتے ہیں۔

> "گول چہرہ، تیز آنکھیں، کشادہ پیشانی اور رخسار کسی حد تک پچکے ہوئے؛ آنکھوں کے نیچے کی ہڈیاں اُبھری۔۔۔"2

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

چہرے کے خدوخال بیان کرتے ہوئے ان کا اندازِ بیان نہایت سادہ ہوتا ہے۔الفاظ کے خوبصورت استعمال سے ان کی تحریر کا حسن مزید بڑھ جاتا ہے۔جس کے ذریعے خاکہ نگار سے قاری کی اجنبیت ختم ہو جاتی ہے۔اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ قاری ذاتی طور پر خاکہ نگار کو جانتا ہے۔گویا کہ اسلم فرّخی چہرہ کے خدوخال اس طرح بیان کرتے ہیں کہ خاکہ نگار کا پورا چہرہ آنکھوں کے سامنے بالکل صاف نظر آنے لگتا ہے۔

"ہنستی صورت ،موہنی مورت ،گوری رنگت ،موزوں قامت ،دلکش کتابی چہرہ دلوں میں اتر جانے والی نظروں میں معصومیت،غلافی آنکھوں میں سمندر کی سی گہرائیاں۔۔۔"3

اسی طرح وہ حلیہ نگاری میں بھی دلکش اسلوب جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔کسی بھی ادبی شخصیت کے خاکے لکھتے وقت وہ ان کے حلیے کو قارئین پر واضح کرنے کے لیے طرح طرح کے الفاظ کا سہارا لیتے ہیں۔

"چھوٹا قد،مائل بہ فربہی دُہرا جسم،بھرواں نورانی سفید داڑھی جوان کے چہرے پر بڑی بھلی معلوم ہو رہی تھی،ہونٹوں پر مسکراہٹ،پیشانی سے عظمت وبزرگی آشکار،اعلیٰ درجے کی سلی ہوئی نفیس کپڑے کی شیروانی،اسی کپڑے کی ٹوپی،نکھ سے سکھ درست،بشاش اور طمانیت کا مجموعی تاثر شخصیت سے آشکار۔۔۔"4

خواجہ حیدر علی آتش کی حلیہ نگاری

"اتنے میں گورے رنگ کا ایک شکیل،وجیہ ،بدن کا چھریرا،رندانہ وضع کا مست مولا،آدھا سر منڈا ہوا،آدھے سر پر پٹے،تکے دار ٹوپی ایک پٹے بانکے۔ہاتھ میں ڈنڈا اس میں سونے کا چھلّا،کمر میں کھانڈا،دڑ آیا۔"5

وہ اپنی تحریر میں چھوٹی چھوٹی جزئیات کا استعمال بہت زیادہ کرتے ہیں جس سے بوریت کا احساس بالکل نہیں ہوتا اور تمام واقعات اور جزئیات آسانی سے سمجھ آجاتی ہے۔جزئیات نگاری کرتے ہوئے پورا منظر قاری کی آنکھوں کے سامنے سے یوں گزرتا ہے گویا قاری یوں محسوس کرتا ہے کہ وہ تخیل کے بجائے منظر کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھ رہا ہو۔جزئیات نگاری کرتے ہوئے منظر کشی کی ایک خوب صورت مثال ملاحظہ ہو۔

"ہر لمحے ایک نیا منظر،ہر سو سبزہ،پر سو شادابی،پھول ہی پھول،سکل بن پھول رہی سرسوں۔رنگ،خوش بُو،روشنی،اُجالا ہی اُجالا ہے چیز نکھری نکھری،شفاف اور روشن،نہ ظلمت،نہ استحصال،نہ جبر،نہ محکومی نہ غلامی،آزادی مساوات اور اخوت۔ہماری جدوجہد کی ہے تعبیر،منظر بدلتے جاتے جیسے کوئی کتاب کے صفحے پلٹ رہا ہو۔"6

اس ضمیر الدین احمد کے خط نما خاکے بہ عنوان "ضمیر منیر دوست" میں اسلم فرخی کی جزئیات نگاری کی خوب صورت مثالیں اپنی تمام تر فنی خوبیوں کے ساتھ نظر آتی ہیں،اس خاکے میں اپنے فن کے تمام حربوں سے کام لیتے ہوئے پورے خاکے میں جان ڈال دیتے ہیں۔

ان کے خاکوں میں ابتدا سے آخر تک وضاحتی انداز کا غلبہ نظر آتا ہے۔نہ صرف خاکوں میں وضاحتی انداز بلکہ ان کی شاعری،افسانوں غرض کہ ان کی تحریر کا خاصا تصور کیا جاتا ہے۔جو بھی بات کرتے ہیں اس کی وضاحت دیتے چلے جاتے ہیں۔کسی بھی واقع یا چیز کے متعلق بات کرتے ہیں تو اس کی پوری تفصیلات اور سیاق وسباق کو بھی واضح کرتے ہیں۔جیسا کہ

"فرخ آباد کا ضلع آموں کے باغ سے پٹا پڑا تھا۔ تخمی اور قلمی دونوں طرح کے آم بکثرت ہوتے تھے۔ تخمی چار چھ آنے سیکڑا اور ایک سیکڑے میں پچیّس پنجے۔مقامی زبان میں لنگڑے کو نکاری اور سرولی کو بمبئی کہتے تھے۔ہم لوگ محمد علی بھائی کے باغ کے علاوہ اور کسی باغ میں نہیں جاتے تھے۔محمّد علی بھائی کے یہاں اُن سے اور مرزا سے چونچیں چلتی رہتی تھیں۔بڑا لطف رہتا تھا۔مرزا آموں کے بارے میں اپنی خصوصی معلومات کا اضافہ کرتے اور بھائی محمّد علی اُنھیں رہ رہ کر ٹوکتے تھے۔"7

الفاظ وکلمات کو اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ ان کی علمی بصیرت سے ابہام رفع ہو جاتا ہے اور وہ جو بات کہنا چاہتے ہیں،قاری اس کو صحیح صورت میں قبول کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ان کے ادبی خاکوں کا نمایاں پہلو افسانوی اُسلوب ہے جو کہیں کہیں داستانوی اُسلوب میں بھی ڈھل جاتا ہے،مثلاً۔

"جب سارے درویش اپنی اپنی کہہ کر رُخصت ہو گئے اور محفل پر سناٹا سا چھا گیا تو ایک درویش جو باہر کھڑا انتظار کر رہا تھا اہلِ محفل کے سامنے آیا اور بولا،اب اس آخری درویش کی کہانی بھی سن لیں۔کانوں سنی بھی ہے اور آنکھوں دیکھی بھی۔"8

ان کے خاکے خود اپنے آپ کو پڑھواتے ہیں ان کے خاکوں کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کے خاکوں میں افسانے کی سی چاشنی موجود ہے جو قاری کی دلچسپی کو ابتدا سے آخر تک برقرار رکھتی ہے۔افسانے کی طرح ان کے خاکوں میں ابتدا میں تجسس اور اختتام میں فنکارانہ ہنرمندی نظر آتی ہے۔اسلم فرخی کے خاکوں میں ابتدائیہ دلچسپ اور اثر انگیز اور چونکا دینے والا ہوتا ہے۔ان تمام پہلوؤں کو افسانے میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔اسلم فرخی کے چند خاکوں کے ابتدائی جملے۔

"لائٹ ہاؤس کی سڑک پر دونوں کی اتفاقیہ ملاقات ہوگئی،دونوں کی منزل ایک تھی۔"9

JAHAN E TAHGEEQ جہانِ تحقیق
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"آج کراچی جیسے بھرے پُرے آدمیوں کے جنگل میں لال سبز کبوتروں کی چھتری بھی گر گئی۔ گر کیا گئی، کبوتر باز نے بے
بس ہو کر خود ہی کنارہ کشی اختیار کر لی، ٹھاٹھر بہت دن سے کمزور ہو گیا تھا، جال بھی جگہ جگہ سے ٹوٹ گیا تھا۔"10

"کلاس روم بہت چھوٹا تھا اور کسی قدر تاریک، سخت حبس، گھٹا گھٹا ماحول، گرمی بہت شدید تھی، کمرے میں کہی سے ہوا کا
گزر نہیں، بجلی ضرور تھی مگر پنکھا نہیں تھا۔"11

ان کے افسانوں میں بیانیہ تحریر میں ڈرامائی انداز واضح نظر آتا ہے۔ اسلم فرّخی کے ہاں واقعات میں وحدتِ تاثر کے ساتھ ساتھ مکمل چابکدستی، احتیاط اور فنی مہارت کا احساس ملتا ہے۔ یہ اپنے مختصر الفاظ اور فقروں کے ذریعے اپنے فلسفے کی گہرائیوں کو اُبھارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جزئیات نگاری، جدت پسندی، بلند تخیل اور وسعتِ تصور ان کے خاکوں کے نمایاں اوصاف ہیں۔ ادبی خاکوں میں اندازِ بیان نہایت سادہ شستہ اور رواں اسلوب اختیار کرتے ہیں۔

اسلم فرخی اپنے خاکوں کے عنوان خاکہ نگاروں کے نام پر بہت کم رکھتے ہیں۔ وہ اپنے خاکوں کے نام بھی افسانوی انداز میں رکھتے ہیں، جس سے قاری کی توجہ اس عنوان کر پڑھ کر اس خاکہ کو پڑھنے کی طرف مبذول ہو جاتی ہے۔ اس سے ایک دشواری یہ ہوتی ہے کہ فہرست سے عنوان دیکھ کر خاکہ نگار تک پہنچنا مشکل ہوتا ہے، اور متعلقہ خاکہ نگار کے بارے میں جاننے کے لیے پوری کتاب کو کھنگالنا پڑھتا ہے۔ جیسے چند عنوان ہیں،

"دستک سے دل تک"، "جلتا ہوا دیا"، سخنِ گزشتہ"، "جانِ بیتاب"، "لال سبز کبوتروں کی چھتری"، رقص کرنے والا بگولہ"

اسلم فرّخی جس عہد کی شخصیات کے خاکے لکھتے ہیں، اس دور کے سماج، روایات اور زبان کا اثر ان کے خاکوں میں نمایاں دیکھا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ وہ دہلی کے شعرا کا ذکر کرتے ہیں تو اس ماحول میں رچے بسے اسلوب کا عکس ان کے خاکوں میں نظر آتا ہے۔ لکھنؤ کے شعرا کا ذکر کرتے ہیں تو لکھنؤ کی تہذیبی روایت آنکھوں کے سامنے گھوم جاتی ہے اور لکھنؤ میں فارسی کا غلبہ ان کے خاکوں پر بھی محیط نظر آتا ہے۔ جیسا کہ وہ خواجہ حیدر علی آتشؔ کے خاکے کی ابتدا بھی فارسی کے طویل جملوں سے کرتے نظر آتے ہیں۔

"راویانِ سیف آتش مزاج، گرم نوایانِ حدت منہاج، محرانِ شعلہ خو، سوز و تب و تاب امتزاج نے آہِ آتش بار اور
حرارت نصف النہار سے گلخنِ سینۂ سخن کو اس طور پر مشتعل کیا ہے۔۔۔"12

ان کے خاکوں میں فارسی الفاظ بہت زیادہ نظر آتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔ "من تو شد من شدی"، "لذیذ حکایت دراز تر گفتم"، "شعر خود خواہش آں کرد کہ گر دو فن ما"
ان کے خاکوں میں نہ صرف فارسی زبان کے بے شمار الفاظ ملتے ہیں بلکہ فارسی اشعار کو ان کے خاکوں کا نمایاں وصف قرار دیا جا سکتا ہے۔ جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

"نظامی ایں چہ اسرار است کز خاطر عیاں کردی
کسے سرِ ش نمی داند زباں در کش زباں در کش"13

"ہر کجا چشمۂ بود شیریں
مردم و ملخ و مور گرد آیند"14

فارسی زبان چونکہ ہماری تہذیبی زبان ہے۔ اس لیے فارسی زبان سے شناسائی ایک بڑے اور معتبر ادیب ہونے کی دلیل ہے۔ فارسی شعرا میں شیخ شیرازؔ، معین الدین چشتیؒ ان کے علاوہ غالبؔ، مرزا عبد القادر بیدلؔ، ولیؔ اور اقبالؔ وغیرہ جنھوں نے اُردو شاعری بھی کی ہے، ان کے فارسی اور اُردو اشعار ان کے خاکوں میں جا بجا بکھرے پڑے ہیں۔

"وداع و وصل جداگانہ لذّتے دارد
ہزار بار برو صد ہزار بار بیا"15

"چوں جہاں رابیم طوفان است آبِ چشم من
رختِ ہستی گر توانم زیں جہاں بیروں کنم"16

"ہمہ عمر باتو قدح زدیم و نرفت رنجِ خمارِ ما
چہ قیامتے کہ نمی رسی ز کنارِ مابہ کنارِ ما"17

اسی طرح کچھ عنوانات فارسی تراکیب لیے ہوئے ہیں، اور انسان مخمصے میں پڑ جاتا ہے کہ آیا اس میں خاکہ ہے یا مضمون، لیکن پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خاکہ ہی ہے۔ جیسے کہ "لذتِ آشنائے تلخیِ دوراں"، "بوئے یاسمن باقیست"، "بادیہ پیمائے آرزو"، "حکایت قدِ آں یارِ دل نواز کنم"، "چمنے کہ تا قیامت۔۔۔"

اسلم فرّخی کی تحریروں میں فارسی الفاظ اور محاورات کی بھرمار ملتی ہے۔ جن سے ان کی تحریر میں مزید نکھار پیدا ہوتا ہے۔ جیسے کہ "کاشوبرائے خوردن شب دیگ آمد، تن در کشتی سر در گنگ، آتش پرستی شایانِ رندی نہیں، بوئے یاسمن، بزمِ خویش، بسیار سفر باید تا پختہ شود می، من قاش فروشِ دلِ صد پارۂ خویشم۔

فارسی ہماری تہذیبی زبان ہے اور عربی مذہبی زبان، اس لیے ان دونوں زبانوں سے واقف ہونا ایک مسلم ادیب کے لیے ضروری ہے۔ اسلم فرّخی ان دونوں زبانوں کا مکمل علم رکھتے تھے۔ عربی الفاظ و تراکیب بھی اپنے خاکوں کے عنوانات کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ جیسا کہ

"ان ربی قریب مجیب"، "حامداً و مصلیاً"، "نور علیٰ نور"

اسی طرح خاکوں کے اندر عربی الفاظ بے شمار ملتے ہیں۔

"ماشاء اللہ، لبیک، القمر، و تعز و من تشاء و تذل من تشاء، قل ہو اللہ، کمّا شدّ، الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق، سبحان اللہ، فاعتبروا یا اولی الابصار، لا حول ولا قوۃ۔

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

کچھ عنوانات شاعرانہ انداز لیے ہوئے ہیں، جیسا کہ ایک بار کچھ شعرا داغ کی غزل کی زمین میں اشعار کہنے لگے، اور یاور صاحب نے یہ شعر کہا۔

"کچھ اور تشویش بڑھ رہی ہے عجیب ہیں چارہ گر کی باتیں

جواب دینے سے بچ رہا ہے ادھر کی باتیں ادھر کی باتیں"18

اس شعر کے مصرع اولیٰ میں تحریف کر کے انھوں نے اس خاکے کے لیے عنوان "عجیب تھیں چارہ گر کی باتیں" تجویز کر دیا۔

اسی طرح ایک خاکے کا عنوان میر تقی میر کے شعر سے اخذ کیا۔

"کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو آگیا

یکسر وہ استخوان شکستوں سے چور تھا"19

اس میں سے انھوں نے "یکسر وہ استخواں۔۔۔"عنوان اپنے خاکے کے لیے چنا۔

ایک اور عنوان مرزا غالب کے شعر سے لیا گیا ہے۔غالب کا شعر ہے۔

"گلیوں میں میری نعش کو کھینچے پھرو کہ میں

جاں دادۂ ہوائے سر رہ گزر تھا"20

اس میں سے "گلیوں میں میری نعش کو کھینچے پھرو۔۔۔"عنوان اخذ کیا۔

اسی طرح چند عنوانات وہ عربی اور فارسی کی آمیزش سے بھی اخذ کرتے ہیں۔

"بملک دلبری پایندہ باشی"،"گردشِ انجم"

اسلم فرخی ہندوستان میں پیدا ہوئے اس لیے ان کے خاکوں میں نہ صرف عوامی زبان کے اثرات نظر آتے ہیں بلکہ ان کے خاکوں میں ہندی الفاظ بھی نظر آتے ہیں۔اسی طرح ہندی الفاظ کو بھی اپنے عنوانات کے لیے برتا۔ان کا ایک خاکہ "مہادیو" کے نام سے شائع ہوا۔"مہادیو"ہندی کا لفظ ہے۔مہا کا مطلب "بڑا" دیو سے مراد "دیوتا" ہے اور دیو سنسکرت زبان کا لفظ ہے۔اسلم فرخی کے خاکے کا موضوع ایک مہادیو نامی لڑکا ہے۔اس کے علاوہ ہندی کے الفاظ جیسا کہ مہابھارت، براجمان وغیرہ دوست احباب کے خاکوں میں اس طرح کے الفاظ نظر آتے ہیں۔

کئی مقامات پر ان کے ہاں ہندی الفاظ کا استعمال بھی ملتا ہے جو ہندوستانی معاشرت سے ان کی وابستگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔جیسا کہ گنگا (دریا)، بھایا (اچھا لگا)، باؤلا (پگلا)، براجمان (تشریف فرما)، سدھار (بہتری)، گنگا اشنان (دریا میں نہانا) وغیرہ

کچھ خاکوں کے عنوانات داستانوی انداز کے بھی حامل ہیں۔مثالیں ملاحظہ ہوں۔

"سیر آخری درویش کی"،"سدا بہار کہانیوں والی بڑی اماں"،"قصہ ممتاز"

اسلم فرخی کے خاکوں کے ایسے بھی عنوانات ملتے ہیں جو ان شخصیات کی صفات کا احاطہ کرتے ہوئے ملتے ہیں۔

"بنام شاہدِ نازک خیالاں"،"زندہ انسان"،"خوشبوئے یوسفی"،"درویش خدامست"،"حکیم چٹکلے باز"

اسلم فرخی کی اپنی خاکوں کی کتب کے نام بھی افسانوی انداز لیے ہوئے ہیں۔"آنگن میں ستارے"،"گلدستۂ احباب"،"لال سبز کبوتروں کی چھتری"،"موسم بہار جیسے لوگ"،"رونق بزم جہاں"،"سات آسمان"۔

اپنے دور کی زبان پر پوری گرفت رکھتے ہیں۔روز مرہ کے الفاظ کو بھی اپنے احاطہ تحریر میں لاتے ہیں۔اور اپنی تحریر میں چار چاند لگا دیتے ہیں۔اسلم فرخی انسانی نفسیات سے بخوبی آگاہ تھے اور اپنے دور کے تمام لوگوں کا اُنھوں نے باریک بینی سے مشاہدہ کیا اور اُنھیں اپنی تحریر کا حصہ بنایا۔ان کی تحریروں میں ہندوستانی معاشرت کی چھاپ نظر آتی ہے۔جیسا کہ چند الفاظ "اے باجی آپا، ارے، ابے، بھئی" ان الفاظ کا استعمال بھارت میں اب بھی کیا جاتا ہے۔

ان کے کلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ محاورے اور زبان کا لطف ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔اُردو محاورے اور روز مرہ پر انھیں پوری قدرت حاصل ہے۔انھوں نے اپنی خاکہ نگاری میں گہرے مشاہدے، خلوص اور دل سوزی کو خاصے کی چیز بنا دیا ہے۔

اسلم فرخی اپنے دور کی زبان پر مکمل گرفت رکھتے تھے۔جس میں ہندوستانی معاشرے کی روز مرّہ زبان کے الفاظ بھی بکثرت نظر آتے ہیں۔جیسے کہ لچھّن، سجاؤ ہندوستانی معاشرے عوامی زبان کی نمائندگی کرتے ہیں۔

اسلم فرخی ایک صاحب طرز ادیب ہیں۔ان کے خاکوں میں محاورات کا استعمال بدرجہ اتم موجود ہے۔بات بات پر محاورے گاڑھتے ہیں اور اپنی نثر کو درجہ کمال تک پہنچا دیتے ہیں۔بعض جگہ محاورے کے استعمال میں اختراع بھی کرتے نظر آتے ہیں۔جیسا کہ "چھٹی کا دودھ یاد آگیا"،"مار پیچھے پکار"،"پھول کھل جاتے"،"دریا کو کوزے میں بند کرنا" وغیرہ وغیرہ۔قدرت اللہ شہزاد ان کے اُسلوب کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"ڈاکٹر صاحب کی یہ عادت ان کی نثر میں بھی بدرجہ کمال تک پہنچی نظر آتی ہے کہ بات بات پر ضرب المثل، مصرعہ اور شعر وارد ہوتا ہے۔یہ قمقمے ہر صفحے پر ضوفشاں ہیں۔ان کی اس عادت نے خاکے کو وقار بخشا ہے اور ان کے اسلوب میں شان پیدا کی ہے۔ادب کا سچا قاری محفوظ نہیں ہر ہر قدم پر محظوظ ہوتا ہے۔فارسی مصرعوں اور اشعار کے لمس نے فرحت آفرینی عطا کی ہے۔اس کے وعلاوہ قرآنی آیات کے انوار بھی خاکوں کو تابنا کی بخشتے ہیں۔"21

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ایک بڑے ادیب کے لیے نہ صرف اپنی زبان سے واقفیت ضروری ہے بلکہ دیگر زبانوں سے بھی واقفیت بہت ضروری ہوتی ہے۔ جیسا کہ انگریزی جو کہ بین الاقوامی زبان ہے اس زبان سے آگاہ ہونا ایک ادیب کے لیے بہت ضروری ہے۔ اسلم فرخی انگریزی زبان پر مکمل عبور رکھتے ہیں۔ ان کے خاکوں میں انگریزی زبان کے الفاظ نظر آتے ہیں اور اس کے ساتھ انگریزی الفاظ اردو رسم الخط میں بھی جابجا ملتے ہیں۔ انگریزی الفاظ کی چند مثالیں۔

Press In Chains,Over , Doning,Stuffed,Submissiveness,LOVE &HATE,Explanation,deconstruction,suit"

ان کی خاکوں میں انگریزی زبان کے بہت زیادہ الفاظ کا استعمال ملتا ہے۔ کئی بار انگریزی کے پورے پورے جملے بھی نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ

“Truth , Topsy Turvy,At Once , True And Absurd”. 22
“AND HE IS A BIG GUN THERE”.23

ان کے خاکوں میں انگریزی الفاظ، اردو رسم الخط میں بھی نظر آتے ہیں جیسا کہ "لائنز، آرڈیننس، آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس، اسٹیبلشمنٹ، سیکریٹری، این آئی ٹی، مینجنگ ڈائریکٹر، چیئر مین، ریگولیشن، نوٹیفکیشن، وغیرہ

ان کے خاکوں میں مترنم الفاظ یعنی ہم آواز الفاظ اور ہم قافیہ الفاظ کا التزام ملتا ہے جیسا کہ

" آواز کا زیر و بم، لہجے کی دل کشی، خیال کی صورت گری، فکر کی برجستگی، شگفتگی کی او چھلتی ڈوبتی، پھیلتی موج بے کراں ،روح اور قلب کی گہرائیوں میں اترتی چلی جارہی ہے۔" 24

ان کے خاکوں کا فلسفیانہ انداز ان کی تحریر کے حسن اور فکر کی کئی پوشیدہ پرتیں اُجاگر کرتا ہے۔ اسلم فرخی ایک ایک چیز کو نہایت مدلل انداز میں یوں بیان کرتے ہیں کہ ان کی تحریر میں پوشیدہ فہم بھی عیاں ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ

"شہر کا حال بھی خوشبو جیسا ہے۔ بعض خوش بوئیں ہلکی، بھینی اور مدہم ہوتی ہیں۔ بعض تیز، بعض بہت تیز اور اعصاب شکن ۔" 25

اسلم فرخی کے خاکے "سیر آخری درویش کی" میں انتظار حسین کے افسانے "کاؤکا" کا علامتی انداز نظر آتا ہے۔ انتظار حسین کی طرح اسلم فرخی نے بھی "مکھی" کو بطور علامت استعمال کیا ہے۔ اس خاکے میں انتظار حسین کا اسلوب اختیار کرتے نظر آتے ہیں۔ اس حوالے سے "سیر آخری درویش کی" کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

"۔۔۔ ہر شخص کے سر پر بھن بھن کرتی رہتی ہیں عورتیں چھاڑ پہاڑ مرد مرگھلے کم قدرے پلپلے۔ میں نے حیران ہو کر ایک آدمی سے پوچھا، "یہاں مکھیوں کی اتنی یورش کیوں ہے؟" اُس آدمی نے مجھے ڈانٹا اور کہا، "اے اجنبی ہر بات پوچھنے کی نہیں ہوتی۔ یہاں سے چھپ چھپا واپس چلا جا۔" جوانی کا زور تھا۔ سر میں علم کا غرور تھا۔ دل میں ہر بات کی ٹوہ لینے کا وفور تھا۔ آخر ایک پیر مرد نے بتایا کہ "یہ مکھیاں نہیں۔ مرد ہیں۔ یہاں کی ساری عورتیں جادو گرنیاں ہیں۔ جادو کے زور سے تمام آنے والوں کو مکھیاں بنا دیتی ہیں۔ دن بھی یہ غریب بھن بھن کرتے اُڑتے رہتے ہیں۔ جادو گرنیاں شام کو انہیں پھر مرد بنا دیتی ہیں۔ رات بھر یہ اُن کے ساتھ رہتے ہیں۔ صبح سویرے پھر مکھی بن جاتے ہیں۔ تو اپنی جان کی خیر اور مکھی بننے سے بچنا چاہتا ہے تو فوراً یہاں سے چلا جا۔" میں نے کہا، "بڑے میاں! میں اسمِ اعظم جانتا ہوں۔ ایک لمحے میں سب کو بھسم کر دوں گا۔" اُس نے کہا، "تیرے حق میں بہتر یہی ہے کہ لوٹ جا۔ اس دیس سے چلا جا تو میں پھر وہاں نہیں ٹھہرا۔" 26

اپنے خاکوں میں تفصیل کے ساتھ ساتھ اختصار کے وصف کو بھی اکثر بروئے کار لاتے ہیں۔ مگر اس سے کہیں بھی ان کی تحریر میں جھول نہیں آتا اور نہ ہی تسلسل میں کمی آتی ہے۔ اسلم فرخی اپنے خاکوں میں صورتِ حال پر تبصرہ کرتے ہوئے مختصر پیرایہ اختیار کرتے نظر آتے ہیں۔ پروفیسر ممتاز حسین کے خاکے میں ان خیالات کا اظہار کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

"افسوس یہ ہے کہ سنجیدگی، متانت اور بردباری تدریس کے پیشے سے دور ہوتی جا رہی ہے طلبہ کتابیں پڑھنے کے بجائے خلاصوں پر گزارا کر لیتے ہیں۔" 27

اسلم فرخی کے ادبی خاکوں کا اُسلوب ادبی رنگ لیے ہوئے ہوتا ہے۔ مختلف ادبی شخصیات کے خاکے لکھتے ہوئے ان کے چہرے، حلیے، ان کی کتب، ان کی ادبی سرگرمیوں کی تفصیلات اور ان کے اپنے طرزِ اسلوب پر بھی رائے ظاہر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس حوالے سے نظام الدین پر لکھا گیا خاکہ اہم ہے۔ جن کا خاکہ لکھا نہیں بلکہ تراشا گیا ہے۔ یہ ایک تاریخی اور ادبی خاکہ ہے اس مجموعے میں ایک طرف تو نظام الدین اولیاء کے دور کی پوری تاریخ رقم کی گئی ہے تو دوسری طرف ادبیت کی چاشنی سے قارئین کے لیے دلچسپ سامان فراہم کیا ہے۔ اس خاکے میں اس دور کے شعراء کا ذکر بھی موجود ہے اور تاریخ کا اثر بھی۔ اس مجموعے میں جن شعراء کا ذکر ملتا ہے ان میں خواجہ محمد، مولانا علاالدین، جلال الدین تبریزیؒ، شیخ فرید الدینؒ، مولانا شمس الدین عالم شامل ہیں۔ اسی طرح "سات آسمان" میں شامل تاریخی شخصیات کے بارے میں لکھتے ہوئے ان کے اپنے اسلوب کے حوالے سے اکثر جگہ بات کرتے نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ

"قصیدے کہے تو ایسے کہ دھوم مچ گئی۔ ریختہ رُتبہ کو پہنچا دیا۔ عرفی، انوری، خاقانی کی زمینوں میں وہ جولانی کہ استادانِ فن نے لوہا مان لیا اور کہہ اُٹھے کہ راہ مضمونِ تازہ بند نہیں۔۔۔" 28

Vol.5 No.2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

نظام الدین پر لکھا گیا یہ خاکہ کل اناسی (79) صفحات پر مشتمل ایک طویل خاکہ ہے۔ جس میں نظام الدین کا خاکہ اس دور کی تاریخ کے حوالے سے رقم کیا گیا ہے۔ اس خاکے میں الفاظ اور محاورات کو پوری چابک دستی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے خوبصورت محاورات کے استعمال سے تحریر کے حسن کا دوبالا کر دیا ہے۔ جیسا کہ "پتّا کھڑکا۔ بندہ بھڑکا۔" اس طرح کے محاوروں سے وہ اپنی تحریر میں جان ڈال دیتے ہیں۔

اسلم فرّخی تاریخ سے گہری دلچسپی رکھتے تھے اس لیے انھوں نے تاریخی خاکوں میں ان شخصیات کو موضوع بنایا جن کے فن اور فکر سے وہ متاثر ہوئے۔ اس خاکے میں اس دور سے منسلک جتنے بھی اہم شعرا نظر آتے ہیں ان سب کا ذکر بحوالہ تاریخ نظر آتا ہے۔ اس طرح اس خاکے میں ان کا تاریخی اسلوب ہمیں تاریخ کے کئی اسرار و رموز سے واقف کراتا ہے۔

تاریخی خاکوں میں سنجیدگی کا عنصر غالب نظر آتا ہے۔ اسلم فرّخی اپنے مجموعے "سات آسمان" میں سات شعرا کے ادبی خاکوں کے ذریعے دہلی کی بربادی کا پورا واقعہ یوں قلم بند کرتے ہیں کہ اس واقعہ کا پورا منظر آنکھوں کے سامنے یوں کھنچ جاتا ہے جیسا کہ وہ واقعہ آنکھوں دیکھا ہو۔

> "دور وہ تھا کہ ہر چیز بے نشان ہوئی جا رہی تھی۔ کیا عظیم والشان مغلیہ سلطنت۔ کیا شاہ جہاں آباد کی رونق اور آبادی۔ کیا اُمرا اور وزرا، کیا اہلِ حرفہ اور کیا لشکری، سب کے سب معدوم ہوئے جا رہے تھے۔ ایک اضطراب تھا۔ عالم گیر بے چینی تھی۔ معاشی بد حالی تھی۔ اعتماد ختم ہو گیا تھا۔ سیاسی انتشار تھا۔ افغان، مرہٹے، جاٹ، روہیلے سبھی پایۂ تخت کو روند رہے تھے۔"29

اسلم فرّخی کے تاریخی خاکوں میں جابجا آزاد کا ذکر ملتا ہے۔ اسلم فرّخی آزاد سے بے حد متاثر تھے۔ اس لیے نہ صرف ان کے تاریخی خاکوں میں بلکہ ادبی خاکوں اور دوست احباب کے خاکوں میں بھی محمد حسین آزاد کا ذکر نظر آتا ہے۔ میر تقی میرؔ، محمد ابراہیم ذوق یعنی تاریخی خاکوں میں بھی محمد حسین آزاد کا ذکر نظر آتا ہے۔

ان کے ہاں تاریخی خاکوں میں تصوف کا عنصر نمایاں نظر آتا ہے۔ اور یہ جو تصوف کا رنگ اور آہنگ نظر آتا ہے وہ نظام الدین اولیاء سے قلبی لگاؤ، عقیدت اور محبت کی بنا پر حاصل رہا۔ سلطان المشائخ کے بارے میں اسلم فرّخی "دبستانِ نظام" کے دیباچے میں یوں رقم طراز ہیں۔

> "سلطان المشائخ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی سے کون واقف نہیں۔ آپ سے روحانی فیض حاصل کرنے والوں میں متعدد جلیل القدر بزرگوں کے علاوہ شیخ نصیر الدین محمود بھی تھے۔ جو سلسلۂ نظامیہ میں آپ کے سجاد نشین ہوئے۔ روحانی بزرگی کے ساتھ آپ نے علم و ادب کے ایک منفرد دبستان کی بنیاد ڈالی۔ دبستان نظام سے تربیت حاصل کر کے امیر خسرو، امیر حسن سنجری، خواجہ ضیا الدین برنی، امیر خورد اور دوسرے اہلِ قلم نے ذات و تعلیمات شیخ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے علم و ادب کو بے مثال فروغ بخشا۔"30

اسلم فرّخی کے روحانیت کے سلسلے کی پہلی اہم شخصیت نظام الدین اولیاءؒ ہیں۔ ان کے علاوہ روحانی فیض حاصل کرنے والوں میں متعدد جلیل القدر بزرگ بھی شامل تھے۔ اس دبستان سے فیض یاب ہونے والوں میں امیر خسروؒ، امیر حسن سنجریؒ، خواجہ ضیا الدین برنی، امیر خورد وغیرہ شامل ہیں۔

> "دبستانِ نظام ایک ممتاز علمی و ادبی تحریک کا نقطۂ آغاز ہے۔ سبک ہندی کی انفرادیت، سیر و سوانح و تاریخ نگاری کی روایت، زبان ہندی کی نشو و نما اور موسیقی کی اثر انگیزی اور حلاوت یہ سب کچھ اسی دبستان کا عطیہ ہے۔ اس دبستان کی ہر شبیہ ایک یادگار تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔ ڈاکٹر اسلم فرّخی نے اس یادگار تاریخی مرقعے کی توضیح و تشریح قلم بند کر کے اہلِ دل پر احسان کیا ہے۔"31

اسلم فرّخی کے ہاں روحانیت کے آثار انہی شخصیات سے گہری عقیدت کی بنا پر نظر آتے ہیں۔ اسلم فرّخی کے خاکوں میں نظام الدین اولیاء کی فکر، آزاد کا اسلوب اور مختلف دنیائے ادب کے اعلیٰ شعرا کے کلام کا عکس نمایاں نظر آتا ہے۔

دوست احباب کے خاکوں میں ان کا اسلوب بے تکلفانہ ہوتا ہے۔ اندازِ بیان میں سادگی اور شگفتگی کا عنصر غالب نظر آتا ہے۔ دوست احباب کے حوالے سے لاتعداد خاکے لکھے ہیں۔ دوست احباب کے خاکوں میں زبان و بیان اور اپنے عہد میں بولی جانے والے عوامی روز مرّہ بول چال کی زبان کے الفاظ جابجا ملتے ہیں۔ جیسا کہ "رپٹ" "تکلیف کاہے کی"، "پان سو روپے" ہندوستان کے عوامی یعنی لوکل لینگویج میں اس طرح کے الفاظ کا استعمال بکثرت کیا جاتا ہے۔
دوست احباب کے حوالے سے لکھے گئے ان کے اکثر خاکوں سے شوخی اور ظرافت بھی ٹپکتی نظر آتی ہے۔ وہ صاحبِ خاکہ کے ساتھ گزرے وقت کو یاد کرتے اور ان کو لطیف انداز میں قارئین تک پہنچاتے ہیں۔ مثلاً بچپن میں جن دوستوں کے ساتھ اچھا وقت گزرا، جن سے مل کر شرارتیں کرتے تھے، ان کو یاد کر کے ان کا لہجہ بہت ہی مزاحیہ ہو جاتا ہے۔ بقول شاہد حنائی
-

> "حکیم چٹکلے باز" قدرے مختصر خاکہ ہے۔ خاکہ نگار نے حکیم صاحب کا دل چسپ کردار بناتے ہوئے بے بنیاد لطائف گھڑنے اور مزاحیہ شعبدہ بازی کے بجائے پُر وقار شگفتگی کو ترجیح دی ہے۔"32

ان کے کئی خاکے مزاحیہ انداز سے بھرے ہوئے ہیں۔اکثر دوستوں کے وہ خدوخال نمایاں کرتے ہیں جن سے ہنسنے ہنسانے کا سامان مہیا کرتے ہیں۔اس طرح ان کا اندازِ بیان بہت لطیف اور شگفتہ ہوتا ہے۔قاری جب ان کے کسی خاکے کو پڑھنا شروع کرتا ہے تو تب تک اسے چین نہیں آتا جب تک پورا نہ پڑھ لے۔گویا جمالیاتی آسودگی انھیں اپنے حصار میں لے لیتی ہے۔

"معلوم ہوا کہ یہ سنجیدہ اور بردباد، مردِ عالی وقار، مسکراہٹیں بانٹنے اور بے راہ معاشرے کی ظلمت میں خوش مزاقی کی پھلجھڑیاں چھوڑنے والے محرمِ آشوبِ آگہی مشتاق احمد یوسفی ہیں۔یوسفی کے آتے ہی پیر ہن یوسفی کی خوشبو سے سارا دربار مہک اُٹھا۔"33

الغرض ان کے خاکے زبان وبیان اور منفرد اسلوب کی بدولت اپنی ایک منفرد شناخت رکھتے ہیں۔وہ اپنے خاکے اس انداز سے قلم بند کرتے ہیں کہ قاری کو اپنا گرویدہ بنالیتے ہیں اور زبان و بیان پر پوری دسترس رکھتے ہیں۔وہ لفظوں کے استعمال کا طریقہ اور سلیقہ بخوبی جانتے ہیں کہ کون سا لفظ کہاں اور کس طریقے سے استعمال کرنا ہے۔مسعود اشعر اسلم فرخی کی خاکہ نگاری کے اسلوب پر اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

"ان خاکوں میں زبان کی وہ چاشنی ہے کہ خاکے پڑھنے کے بعد بھی آپ ہونٹ چاٹتے رہ جاتے ہیں مگر یہی چاشنی ان کی دوسری تحریروں میں بھی تو ہے۔وہ محمد حسین آزاد پر کتابیں ہوں یا حضرت نظام الدین اولیا پر۔اب آپ کہہ سکتے ہیں کہ محمد حسین آزاد پر تحقیق کرتے ہوئے وہ ان پر ایسے فریفتہ ہوئے کہ انھی کا اسلوب اور انھی کا اندازِ بیان انھوں نے اپنایا۔لیکن یہ صرف آزاد کا اندازی نہیں ہے۔بلکہ اس میں غالب کی بول چال والی چاشنی بھی شامل ہے جو اسے دو آتشہ بناتی ہے۔میرا مسئلہ تو یہ ہے کہ کسی بھی محاورے یا کسی بھی کہاوت کے بارے میں مجھے کوئی شبہ ہوتا تھا تو میں یہ سوچتا تھا کہ انتظار حسین یا اسلم فرخی سے پوچھ لوں گا۔"34

اسلم فرخی اُسلوب کی خوبیوں سے بخوبی واقف تھے۔ان کے ہاں رچابسا اسلوب ملتا ہے۔انھوں نے اپنے عہد کے بہت سے خاکہ نگاروں کو نہ صرف پڑھ رکھا تھا بلکہ اپنے خاکوں میں ان کے اُسلوب کے حوالے سے اکثر اپنی رائے کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔جیسا کہ شاہد احمد پر خاکہ لکھتے ہوئے نہ صرف ان کی شخصیت سے متعارف کرایا بلکہ ان کے فن پر بھی اپنی قیمتی رائے کا اظہار کیا۔

"شاہد بھائی نے اپنی زندگی کے کراچوی دور میں بہت لکھا اور خوب لکھا۔خاکہ نگاری کا شوق اُنھیں دلّی سے تھا۔کراچی میں یہ ان کا فن بن گیا۔ان کی خاکہ نگاری کا انداز منفرد اور بہت نکھرا ہوا ہے۔ساف گوئی اور حقیقت پسندی پر مبنی ہے۔انسان شناسی اور چہرہ نویسی کا جو کمال شاہد بھائی کے ہاں نظر آتا ہے وہ کسی دوسرے خاکہ نگار کے یہاں نہیں ملتا۔۴۷ء تک دلی کی عوامی اسلامی ثقافت کو انھوں نے جس چابک دستی سے اپنی تحریر میں سمیٹ لیا ہے وہ بھی کمالِ فن کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ان کے عوامی کردار زندہ، متحرک اور توانا ہیں۔ان کی زندگی کا رنگ ڈھنگ بے محابا اور بھرپور ہے۔انھوں نے دلّی کا حق ادا کر دیا ہے۔دلّی کی یاد نے ان کے اسلوب نگارش اور تخلیقی اُپج کو نئی توانائی عطا کی ہے۔دلّی کا رچا ہوا عوامی اسلوب اُنھیں پر ختم ہو گیا۔"35

اسلم فرخی اپنے خاکوں میں اپنے قوتِ مشاہدہ سے کام لیتے ہیں،زبان کی تمام ترفنی حربوں سے واقفیت کا احساس ہوتا ہے،چہرہ نویسی کرتے وقت زبان کی لطافتوں سے تحریر میں حسن پیدا کر دیتے ہیں۔باریک بینی سے چہرے،حلیے،عادات واطوار کے بیان کے ذریعے شخصیت سے تعارف کراتے ہیں جس سے قاری ان کرداروں سے مانوس ہو جاتا ہے اور اپنائیت محسوس کرنے لگتا ہے۔چہرے کے خدوخال کے ذریعے گویا وہ ایک نقشہ کھینچتے ہیں،جو ان کے خاکے کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔وہ کسی بھی شخصیت کو دوسروں پر نمایاں کرنے کے لیے ہر طرح کے وسائل کا استعمال کرتے ہیں مگر اس شخصیت کو مافوق الفطرت نہیں بناتے،بلکہ اسے زمینی سطح پر ہی رکھتے ہیں۔

اسلم فرخی کے خاکوں میں ان کے ذاتی مشاہدے کے ساتھ ساتھ مطالعہ اور تخیل کا عمل دخل بہت زیادہ نظر آتا ہے۔وہ کسی ایک پہلو پر بات کرتے ہیں تو ان کی پوری توجہّ اسی پہلو پر رہتی ہے۔ان کی تحریر اتنی آسان اور پختہ ہوتی ہے کہ کانٹ چھانٹ کی ضرورت تک محسوس نہیں ہوتی۔ان کا اُسلوب رواں دواں ہے۔اور ان کے تحریر کردہ خاکوں سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خاکہ نگار نے بہت سنجیدگی،محنت اور لگاؤ کا ثبوت دیا ہے

حوالہ جات

1۔شاہد حنائی،(مضمون)اردو خاکے کا وقار۔۔۔ڈاکٹر اسلم فرخی، مشمولہ:ماہنامہ قومی زبان،(اسلم فرخی نمبر)،انجمن ترقی اردو، کراچی 2016ء،ص 7
2۔آنگن میں ستارے،(عاقبت محمود آباد)،شہرزاد کراچی،۲۰۰۱ء،ص 66
3۔(جلتا ہوا دیا،ایضاً)،ایضاً،ص 126
4۔اسلم فرخی،ڈاکٹر،موسم بہار جیسے لوگ،(بوئے یاسمن باقیست)،ایضاً،ص 460
5۔اسلم فرخی،ڈاکٹر،سات آسمان(سات کلاسیکی شاعروں کے ادبی خاکے)،(خواجہ حیدر علی آتش)،شہرزاد،کراچی،۲۰۱۱ء،ص 789
6۔اسلم فرخی،ڈاکٹر،گلدستۂ احباب،(ضمیر منیر دوست)،مکتبۂ دانیال،کراچی،۱۹۹۴ء،ص 290

7۔اسلم فرخی،ڈاکٹر،لال سبز کبوتروں کی چھتری(خاکے)،(روداد رسوائی)،شہرزاد،کراچی،۲۰۰۵ء،ص349

8۔اسلم فرخی،ڈاکٹر،رونق بزم جہاں،(سیر آخری درویش کی)،شہرزاد کراچی،۲۰۱۴ء،ص 641

9۔اسلم فرخی،ڈاکٹر،گلدستۂ احباب(چمنے کہ تا قیامت۔۔۔)،ایضاً،ص 167

10۔اسلم فرخی،ڈاکٹر،لال سبز کبوتروں کی چھتری(لال سبز کبوتروں کی چھتری)،ایضاً،ص52

11۔اسلم فرخی،ڈاکٹر،آنگن میں ستارے(پروفیسر حبیب اللہ خان غضنفر)،ایضاً،ص7

12۔اسلم فرخی،ڈاکٹر،سات آسمان،(خواجہ حیدر علی آتش)،ایضاً،ص789

13۔اسلم فرخی،ڈاکٹر،گلدستۂ احباب،(چمنے کی تا قیامت۔۔۔)،ایضاً،ص176

14۔ایضاً،ص 171

15۔ایضاً،ص84

16۔آنگن میں ستارے،(نور علیٰ نور)،ایضاً،ص 61

17۔رقص کرنے والا بگولہ،ایضاً،ص88

18۔عجیب تھیں چارہ گر کی باتیں،ایضاً،ص60

19۔اسلم فرخی،ڈاکٹر،گلدستۂ احباب،("یکسر وہ اُستخوان۔۔۔")،ایضاً،ص146

20۔گلیوں میں میری نعش کو کھینچے پھرو،ایضاً،ص 188

21۔قدرت اللہ شہزاد،اردو کے چند خاکہ نگار،پ ن،جون 2007ء،ص 71

22۔اسلم فرخی،ڈاکٹر،موسم بہار جیسے لوگ،خوشبوئے یوسفی،ایضاً،604

23۔اسلم فرخی،ڈاکٹر،گلدستۂ احباب،(ثناخوانِ محبت-تابش دہلوی)،ص205

24۔اسلم فرخی،ڈاکٹر،موسم بہار جیسے لوگ،خوشبوئے یوسفی،ایضاً،ص603

25۔اسلم فرخی،ڈاکٹر،موسم بہار جیسے لوگ،(صاحبِ فہم وذکا)،ایضاً،ص554

26۔اسلم فرخی،ڈاکٹر،رونق بزم جہاں،(سیر آخری درویش کی)ایضاً،ص647

27۔آنگن میں ستارے،(قصۂ ممتاز)،ایضاً،ص47

28۔اسلم فرخی،ڈاکٹر،سات آسمان،(مرزا محمد رفیع سودا)،ایضاً،ص760

29۔اسلم فرخی،ڈاکٹر،سات آسمان،(میر تقی میر)،ایضاً،ص 751

30۔اسلم فرخی،ڈاکٹر،(پیش لفظ)دبستانِ نظام،مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ،1997ء

31۔ایضاً

32۔شاہد حنائی،ایضاً،ص9

33۔اسلم فرخی،ڈاکٹر،موسم بہار جیسے لوگ،(خوشبوئے یوسفی)،ایضاً،ص 601

34۔مسعود اشعر،(مضمون)موسم بہار جیسے لوگ،مشمولہ:قومی زبان،ایضاً،ص208

35۔اسلم فرخی،ڈاکٹر،موسم بہار جیسے لوگ،(زندہ انسان)،ایضاً،ص ۵۱۴